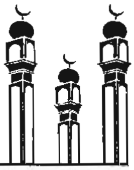

خدمتِ اسلام اور نظریہ پاکستان

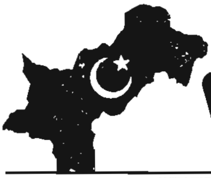

ہمارے نزدیک نظریہ پاکستان دراصل نظریہ اسلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ دوقومی نظریہ کی ترکیب ہی اس پر کافی دلیل ہے کہ برصغیر کی تقسیم ہی اسلام اور ہندوازم کی تفریق پر ہوئی تھی۔ ہمارے بعض اہل دانش جو دراصل بھارتی لابی کے ایجنٹ ہیں، بھارتی اور پاکستانی ثقافت کو ایک ہی سکے کے دورخ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں جو تہذیب وثقافت کے اسلامی تصور کی تردید وتکذیب ہے۔ ہاں اگر ثقافت صرف فلمی طائفوں کے گرد ہی گھومتی ہے تو پھر پاکستانی اور بھارتی تہذیب واقعی ایک ہی سکے کے دورخ ہیں کیونکہ طبلہ سارنگی کی صنعت اور فلم ڈرامہ کی صورت میں عریانی وفحاشی واہگہ کے آرپار برابر ہے۔ مگر اسی ہندوانہ تہذیب سے علیحدگی کا نعرہ دوقومی نظریہ کی صورت میں بلند ہوا تھا اور اسی نعرۂ حقہ نے 14 اگست 1947ء کے دن پوری قوت کے ساتھ بقول گاندھی آنجہانی بھارتی گئوماتا کے دوٹکڑے کر کے رکھ دیئے تھے۔

ہمارے نام نہاد دانشور تہذیب وثقافت کی اس تعریف کو بھی پڑھنے پر تیار نہیں ہیں جو ہائی کلاسز کے نصاب کی شہریت اور معاشرتی علوم کی کتب میں موجود ہے اور ہمارے خیال نہیں، علم کے مطابق وہ تعریف، انگریزی میں ثقافت کی تعریف کا سراسر ترجمہ ہے۔ اس تعریف میں مذہب کو ہر قسم کی تہذیب وثقافت کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے اور اس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ تہذیب وثقافت کی تشکیل میں مذہب ایک غالب عنصر کا کام دیتا ہے۔ کاش یہ دانشور، بھارتی کانگریس کی چالاکی کو اگر نہ سمجھ سکے تھے تو کم ازکم ثقافت کی اس ننگی تعریف کا ہی مطالعہ کر لیتے جو (ہندومت کا احیاء) کے نظریہ کے پیچھے کارفرما ہے اور جس کی علمبردار بی۔ جے۔ پی اور اس کے نیتا نریندر مودی ہیں ان کا مسلمانانِ ہند سے یہی تو مطالبہ ہے کہ اگر انہیں بھارت میں رہنا ہے تو ہندوثقافت میں مدغم ہونا ہوگا۔ یعنی ہندو اپنے ان مسلمان ہم وطنوں کو صرف اس صورت میں جینے کا حق دے سکتے ہیں کہ وہ اپنا اسلامی تشخص، جو آج بھی ان کی تہذیب میں کہیں کہیں مدھم سا جھلکتا ہے مٹا کر ہندوثقافت میں گم ہوجائیں۔ اگر ہمارے دانشوروں کا یہ دعویٰ درست ہے کہ واہگہ کے آرپار کی تہذیب وثقافت ایک ہی ہے اور دونوں طرف کی اقوام کا ثقافتی ورثہ سانجھا ہے تو پھر نریندر مودی مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیوں کرتے ہیں کہ وہ اپنی تہذیب وثقافت

تج کر ہندو تہذیب میں ضم ہو جائیں؟ نریندر مودی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی ثقافت ہندوؤں سے الگ، جداگانہ اور ممتاز و ممیز ہے۔ ہم روزنامہ ''نوائے وقت'' کے ایڈیٹر انچیف ڈاکٹر مجید نظامی کو داد دیتے ہیں جو نظریہ اسلام و پاکستان کے تحفظ کیلئے منظم کوششیں کرتے ہیں۔ ہم انہیں اس نظریہ کی حفاظت پر مامور اللہ کا بے باک سپاہی مانتے ہیں اور موقع کی مناسبت سے یہ التجا بھی کرتے ہیں کہ نوائے وقت کے صفحات، ان ضمیر فروشوں پر باز و ممنوع کر دیں جو سیکولرازم کے پرچارک اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے طرۂ امتیاز کے مخالف ہیں۔

ہندو ثقافت سمیت دنیا کی تمام تہذیبیں شرکیہ عقائد سے جنم لیتی ہیں یا دہریت کے نظریہ پر قائم ہیں جبکہ اسلامی تہذیب کی اساس عقیدۂ توحید پر ہے اور کون نہیں جانتا کہ توحید اور شرک کا اشتراک محال ہے۔

خدمتِ اسلام کے ضمن میں ہم ہمیشہ ہر حکومت کو جھنجوڑتے رہتے ہیں مگر کسی بھی حکومت کو یہ توفیق نہیں ملتی۔ میاں محمد نواز شریف گورنمنٹ بے شمار کارہائے عظیمہ کو اپنی ترجیحات میں شامل کرتی رہتی ہے مگر اس ترجیحی چھوڑ کسی عمومی فہرست میں بھی خدمت اسلام کا ذکر بھول کر بھی نہیں کرتی۔ ہمارا آئین تکنیکی و تحریری حوالے سے **الحمد للہ** اسلامی ہے مگر یہ مجرد ضمانت ہے جسے عمل کے قالب میں ڈھال کر نافذ کرنا حکومت کا آئینی فرض ہے۔ فلم کی دنیا اجڑ گئی تھی اور سینما ہال، شادی ہال بن رہے تھے مگر میاں صاحب کی حکومت اس منحوس دنیا کی نشأۃِ ثانیہ کی یقین دہانیاں کراتی رہتی ہے۔ کاش ان کی حکومت کا کوئی وزیر خدمت و اشاعت اسلامی طرز حیات کا بھی کوئی عندیہ دیتا۔ حکومت اگر امر بالمعروف سے قاصر ہے تو کم از کم منکر کی سرپرستی سے باز آ جائے۔ اس کی سرپرستی اور اجازت سے چلنے والے ٹی۔ وی چینلز نے اخلاق باختگی کے ریکارڈ توڑ ڈالے ہیں۔ بیشک پی۔ ٹی۔ وی پر اسلامی پروگرام بھی چلتے ہیں مگر وہ گھر اسلامی گھرانہ نہیں کہلا سکتا جہاں صبح کے وقت تلاوتِ قرآن ہوتی ہو، اور رات کے وقت موسیقی چلتی ہو۔ یہی حال ہمارے چینلز کا ہے۔ اس ملک کے بعض جہلاء موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہیں، حالانکہ یہ غذا، روح کو مردہ کرتی ہے اور ان قویٰ کو توانا کرتی ہے، جو بدکاری و فحاشی پر منتج ہوتے ہیں۔

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

مسٹر جمشید دستی جعلی ڈگری کے حوالے سے مشہور ہوئے۔ اس جعل سازی کے باوجود اپنے حلقہ انتخاب کے بازارِ سیاست میں ساقط الاعتبار نہ ہوئے۔ اول جس ایوان سے نکالے گئے، پھر ضمنی انتخاب میں کامیاب ہو کر اسی میں سج دھج سے آ بیٹھے، دوم عام انتخابات میں گدھا گاڑی پر سوار ہو کر آئے، کاغذات نامزدگی داخل